روزنامہ

ٹیلی فون نمبر 213029

الفضل

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان C.P.L 61

بدھ 27 فروری 2002ء 14 ذوالحج 1422 ہجری - 27 تبلیغ 1381 ہش جلد 52-87 نمبر 46

محبوب ترین عمل

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خدا کی نظر میں عیدالاضحیٰ والے دن انسان کا کوئی عمل قربانی کے جانور کو ذبح کرنے اور اس کا خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

(جامع ترمذی کتاب الاضاحی باب فی فضل الاضحیہ حدیث نمبر 1413)

عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کے حقیقی فلسفہ پر لطیف خطبہ

حضرت ابراہیمؑ نے قربانی کا جو بیج بویا تھا آنحضرتؐ نے اس کے لہلہاتے کھیت دکھائے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن قربانیوں کا دن ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ عیدالاضحیٰ فرمودہ 23 فروری 2002ء بمقام بیت الفضل لندن کا خلاصہ

(خطبہ عیدالاضحیٰ کا یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 23 فروری بروز ہفتہ بیت الفضل لندن میں عیدالاضحیٰ پڑھائی اور پھر خطبہ عید ارشاد فرمایا جس میں قربانی کی روح اور فلسفے کی قرآن، حدیث اور ارشادات حضرت مسیح موعود کی روشنی میں تشریح فرمائی۔ حضور انور کا یہ خطبہ عید بیت الفضل لندن سے ایم ٹی اے کے ذریعہ براہ راست دنیا بھر میں ٹیلی کاسٹ ہوا اور متعدد زبانوں میں اس کا رواں ترجمہ بھی نشر کیا گیا۔

حضور انور نے خطبہ کے آغاز میں سورۃ الحج کی آیت نمبر 38 تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے کہ:۔ ان قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز اللہ تک نہیں پہنچتے لیکن تمہارے دل کا تقویٰ اللہ تک پہنچتا ہے۔ اس طرح اللہ نے ان قربانیوں کو تمہاری خدمت میں لگا دیا ہے تا کہ تم اللہ کی ہدایت کی وجہ سے اس کی بڑائی بیان کرو۔ اور تو محسنین کو بشارت دے۔

آیت قرآنیہ کے بعد قربانی کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بیان فرمائے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو اہل مدینہ کے اس وقت کھیل تماشے کے لئے دو دن ہوا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلہ میں دو بہتر دن دے دیئے ہیں ایک عیدالفطر اور دوسرا عیدالاضحیٰ کا دن ہے۔ آنحضرتؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم دن یوم النحر ہے اور اس کے بعد قربانی کا اگلا دن۔ آپؐ کے پاس قربانی کے جانور لائے گئے آپؐ نے ان کو ذبح کیا اور پھر ذبح کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ جو کوئی گوشت کاٹنا چاہتا ہے کاٹ لے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عیدالاضحیٰ کے موقع پر میں رسول اللہؐ کے ساتھ موجود تھا۔ جب آپؐ نے خطبہ مکمل کیا تو مینڈھا لایا گیا آپؐ نے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا اور پھر فرمایا کہ یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی۔ حضرت جندب بن سفیان بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر بعض لوگوں نے نماز سے پہلے جانور ذبح کر لئے تو آپؐ نے فرمایا کہ جس نے نماز سے قبل جانور ذبح کئے ہیں وہ دوبارہ قربانی کریں۔ رسول اللہؐ کی سنت تھی کہ آپؐ پہلے نماز پڑھاتے اور پھر قربانی کا جانور ذبح کرتے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی خاطر فسق و فجور سے پاک حج کیا تو اس کے نتیجہ میں اللہ اس کو ایسا لوٹائے گا جیسا کہ نوزائیدہ بچہ۔ آنحضرتؐ نے خطبہ حج کے موقعہ پر فرمایا کہ تمہارے جان، مال، خون اور عزت اس دن اور مقدس مہینہ اور مقدس مقام کی طرح تم پر حرام ہیں۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ظاہری جانور کی قربانی روح نہیں بلکہ جسم ہے اللہ تعالیٰ کو تو گوشت پوست نہیں پہنچتا بلکہ اعمال صالحہ پہنچتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی استقامت ہی تھی کہ خواب میں حکم پاتے ہی اس کی تعمیل میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کی محبت کو کچل دیا اور ایسے لوگوں کو اللہ کبھی ضائع نہیں کرتا۔ ابراہیمؑ نے جس قربانی کا بیج بویا تھا آنحضرتؐ نے اس کو لہلہاتے کھیت بنا کر دکھا دیا۔ آپؐ کے زمانہ میں ایسی قربانی ہوئی کہ خون کی ندیاں بہہ نکلیں اور باپوں نے بیٹوں کو اور بیٹوں نے باپوں کو قربان کر دیا۔ دلوں کی پاکیزگی ہی سچی قربانی ہے اور تقویٰ اختیار کرنا یعنی اس خدا سے اتنا ڈرنا گویا کہ اس کی راہ میں مر ہی جاؤ یہی حقیقی قربانی ہے۔

حضور انور نے آخر پر جماعت احمدیہ عالمگیر کو عید کی دلی مبارکباد پیش کی۔ اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس عید اور آئندہ عیدوں کو مبارک کرے اور اپنی عنایات کے سلسلہ کو جاری رکھے۔ حضور نے اسیران راہ مولیٰ اور شہدا کے خاندانوں کو دعاؤں میں یاد رکھنے کی بھی تحریک فرمائی۔ اور آخر میں اجتماعی دعا کروائی جس میں کل عالم کے احمدیوں نے شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

نیکی کے کام میں حصہ لینے کا

نادر موقع

شعبہ امداد طلباء سے اس وقت ان ضرورت مند طلباء و طالبات جو پرائمری، سیکنڈری اور کالج Level پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں کی فیسوں، کتب وغیرہ کے سلسلہ میں ہر ممکنہ امداد بطور وظائف کی جاتی ہے۔

گزشتہ دو تین سالوں میں فیسوں اور کتب و نوٹ بکس کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہونے کی وجہ سے اس شعبہ پر غیر معمولی بوجھ ہے۔ چونکہ یہ شعبہ مشروط بآمد ہے اس لئے احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اس نیکی کے کام میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کریں۔ نیز امراء صاحبان سے بھی درخواست ہے کہ وہ گاہے بگاہے احباب کی توجہ اس طرف مبذول کروائیں۔

یہ رقم بد امداد طلباء خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جمع کروا سکتے ہیں۔ براہ راست نگران امداد طلباء معرفت نظارت تعلیم کو بھی یہ رقم بھجوائی جاسکتی ہے۔

(نگران امداد طلباء)

رقبہ کے لئے ٹینڈر

صدر انجمن احمدیہ اپنا رقبہ دو سال کے لئے ٹھیکہ پر دینا چاہتی ہے خواہش مند احباب مکرم ناظم صاحب جائیداد سے رابطہ کریں اور اپنے اپنے ٹینڈرز مورخہ 15 مارچ 2002ء تک دفتر میں پہنچا دیں۔

1۔ رقبہ صدر انجمن احمدیہ احمد نگر نزد ربوہ 136 ایکڑ

2۔ رقبہ صدر انجمن احمدیہ ڈگری کالج 127 ایکڑ 1 کنال 6 مرلے

3۔ رقبہ صدر انجمن احمدیہ ڈگری کالج باغ 15 ایکڑ 5 کنال

مزید معلومات کے لئے دفتر جائیداد سے رابطہ فرماویں

(ناظم جائیداد۔ ربوہ)

درخت لگائیں اور ان کی حفاظت کریں۔

عرفانِ حدیث

نمبر 106

مرتبہ: عبدالسمیع خان

نرمی زینت بخشتی ہے

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

کسی چیز میں جتنا رفق (یعنی نرمی) ہوگی اتنا ہی اس کو زینت بخشے گی۔ اور جس چیز سے نرمی کھینچ لی جائے اتنا ہی وہ اس کو بدنما کر دیتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل الرفق - حدیث نمبر 4698)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کسی چیز میں جتنا بھی رفق اور نرمی ہو اتنا ہی اس کے لئے زینت کا موجب بنتی ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں ''ان الرفق لایکون فی شیء الازانہ ولا ینزع من شیءالا شانہ ''۔ یہاں شان کا مطلب وہ شان و شوکت نہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے' یہ شان لفظ ہے ہمزے کے ساتھ جس کا مطلب ہے برائی شئون بدیوں کو اور برائیوں کو کہتے ہیں مکروہ باتیں۔ زان کا لفظ زینت سے نکلا ہے فرمایا یقیناً نرمی ایسی چیز ہے کہ جس چیز میں بھی ہو اس کے لئے زینت کا موجب بن جاتی ہے اور جس میں نہ ہو جتنی اس سے کھینچ کے باہر کر دی جائے اتنا ہی اس کو عیب دار کر دیتی ہے اس کے اندر نقائص پیدا کر دیتی ہے مگر نرمی بھی برمحل اور موقع کے مطابق ہونی ضروری ہے اس مضمون کو آگے الگ کھولا جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ یہاں نرمی کرنے والا جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ رفیق ہے دراصل۔ ہم خدا تعالیٰ کو جب رفیق کہتے ہیں ''یا حفیظ' یا عزیز' یا رفیق ''۔ تو رفیق کا معنی دوست کا بھی ہوتا ہے۔ رفیق حیات' رفیقہ حیات' زندگی بھر کا دوست' زندگی بھر کی دوست' یہ لفظ رفق سے نکلا ہے اور دوستی کے لئے رفق ضروری ہے یعنی ایسی نرمی کہ کبھی سختی بھی برداشت کر لی۔ کبھی دوسرے سے بھی مطالبے ہوئے تو اس نے برداشت کر لیا آپ کی بات کو۔ دونوں طرف رفق ہو تو رفیق بنتا ہے ورنہ نہیں بنتا۔ تو اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور اللہ تعالیٰ کے تعلق میں رفیق کا یک طرفہ صرف حقیقت میں معنی بنتا ہے یعنی وہ ایسا نرم ہے کہ تم لوگوں کی طرف سے بار بار ایسی باتیں دیکھتا ہے جو خدا تعالیٰ کی دوستی اور تعلق کو کاٹنے والی باتیں ہوں لیکن رفیق ہے' جو اس کا رفق ہے وہ ہٹتا ہی نہیں۔ پس ''یا حفیظ' یا عزیز' یا رفیق '' میں رفیق کے یہ معنے ہیں کہ اے ایسا پیار کرنے والے' اے ایسے ساتھی جس کو بار بار اپنے بندوں کی طرف سے تکلیف دہ باتیں پہنچیں جس کے بعد رفق باقی نہیں رہا کرتا پھر بھی وہ رفیق رہتا ہے۔ یہ صفت اگر بندہ اپنے اندر پیدا کرے تو حقیقی معنوں میں خدا اس کا رفیق ہو جاتا ہے لیکن اگر خدا کے بندوں کے تعلق میں وہ یہ بات پیدا نہ کرے تو خدا کی رفاقت بھی اس کو نصیب نہیں ہوتی۔ پس خدا کے تعلق میں رفیق برابر کی چوٹ دونوں طرف نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا سلوک فرمایا کہ بندوں کے ساتھ تم رفیق ہو جاؤ اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرو تو میں تمہارا رفیق ہو جاؤں گا کیونکہ خدا سے حسن سلوک تو آپ کر ہی نہیں سکتے۔ تو خدا کی رفاقت نصیب کرنے کا کتنا آسان رستہ بتا دیا کہ بندوں کے تعلق میں تم رفاقت کرو اور تمہیں میں اپنی رفاقت عطا کر دوں گا۔

''لایعطی علی العنف ولا یعطی علی ماسواہ '' کہتے ہیں خدا رفق کا بدلہ ایسا دیتا ہے اور اتنا دیتا ہے کہ سخت مزاجی اور سخت گیری اس کے بدلے کی اس سے کوئی نسبت ہی کوئی نہیں۔ یعنی اس کا ترجمہ کرنا ان معنوں میں مشکل ہو رہا ہے کہ سخت گیری کا تو بدلہ دیتا ہی نہیں۔ پس اگر میں یہ کہوں کہ رفق کا بدلہ اتنا دیتا ہے کہ سخت گیری کا نہیں دیتا تو یہ معنے اس کے بنتے نہیں کہ نیکی کی جزاء اتنی دیتا ہے کہ بدی کی نیک جزاء اتنی نہیں دیتا۔ اس لئے میں طبعاً یہاں ٹھہر گیا اور سوچ رہا تھا کہ کس طرح اس مضمون کو بیان کروں۔ اصل مطلب یہ ہے کہ سخت گیری کا جہاں حق بھی ہو وہاں سخت گیری کا استعمال برمحل بھی ہو تو اس کا فائدہ اتنا نہیں پہنچتا انسان کو جتنا رفق کے' نرمی کے استعمال سے فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ یہ طرز کلام ایسی ہے کہ اس پر ٹھہر کر غور کر کے ترجمہ نہ کریں تو بالکل غلط ترجمہ ہو جائے گا جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ لکھا یہ ہوا ہے کہ خدا نرمی کا جتنا اجر دیتا ہے سخت گیری کا نہیں دیتا تو گویا سخت گیری کا بھی کچھ نہ کچھ تو دیتا ہے اجر۔ یہ مراد نہیں ہے۔ وہی معنے بنتے ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ یا تو یہ معنی بنیں گے کہ سخت گیری برمحل ہو تو اس کی جزاء بھی انسان کو ملتی ہے مگر رفق کی جزاء تو بالکل اور ہی بات ہے سخت گیری برمحل ہونے کے باوجود رفق کا مقابلہ نہیں کر سکتی' نرمی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دوسرا معنی اس کا یہ ہے کہ سخت گیری کی پکڑ کم کرتا ہے اور رفق کا بدلہ زیادہ دیتا ہے کیونکہ جزاء کا معنی موقع اور محل کے مطابق ہوگا۔ پس سخت گیری کی اتنی جزاء نہیں دیتا جتنی رفق کی دیتا ہے اور یہ اگر ترجمہ کیا جائے تو بالکل یہی ترجمہ قرآن کریم کی دوسری آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ پکڑ کے وقت ہاتھ نرم کر دیتا ہے اور نرمی کے سلوک کے وقت ہاتھ کو کھلا کر دیتا ہے۔

اور یہ بھی رفق کا ہی تقاضا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے رفیق ہونے کی ایک یہ بھی شان ہے کہ سخت گیری میں بھی رفیق رہتا ہے ورنہ اگر لوگوں سے سخت گیری اسی طرح کرتا جیسا کہ موقع اور محل کا تقاضا تھا کہ سخت گیری کی جائے پھر تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی جاندار باقی نہ رہتا تمام زندگی کی صف لپیٹ دی جاتی۔ تو یہ دوسرا معنی بھی چونکہ قرآن کے مطابق ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی جائز ہے کہ سخت گیری کا سختی سے بدلہ بہت کم دیتا ہے۔ اور تم نرمی کرو گے تو بہت زیادہ اس نرمی کی جزاء دے گا' اتنی زیادہ کہ گویا تمہارے عمل کے ساتھ اس کی کوئی نسبت ہی نہیں رہے گی۔

(الفضل انٹرنیشنل 7 فروری 96ء)

نماز کی تڑپ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بوجہ سخت ضعف کے نماز پڑھانے پر قادر نہ تھے اس لئے آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپؐ نے کچھ آرام محسوس کیا اور نماز کے لئے نکلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب نماز شروع ہوگئی تو آپؐ نے مرض میں کچھ کمی محسوس کی پس آپؐ نکلے اور دو آدمی آپ کو سہارا دے کر لے جا رہے تھے اور اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ نظارہ ہے کہ شدت درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین سے چھوتے جاتے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ آئیں۔ اس ارادہ کو معلوم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپؐ کو وہاں لایا گیا اور آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھ گئے اس کے بعد رسول کریمؐ نے نماز پڑھنی شروع کی اور حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابوبکرؓ کی نماز کی اتباع کرنے لگے۔

(بخاری کتاب الاذان باب حد المریض)

یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 66)

پبلشر آغا سیف اللہ۔ پرنٹر قاضی منیر احمد مطبع ضیاء الاسلام پریس۔ مقام اشاعت دارالنصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت تین روپے

تقسیم بنگال کی منسوخی - ایک نشان

"پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا' اب ان کی دلجوئی ہو گی"

حضرت مسیح موعود کے اس الہام کے پانچ سال بعد تقسیم بنگال کی منسوخی کا یہ الہام پورا ہو کر ایک نشان بن گیا

محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب

قسط اول

1440ء میں انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم نے ایک نئے سکول کی بنیاد رکھی۔ اس ادارے کا نام ایٹن (Eton) تھا۔ دریائے ٹیمز کے کنارے اور ونڈسر کیسل (Windsor Castle) کے قریب یہ سکول صدیوں کا سفر طے کرتا گیا۔ انیسویں صدی میں جب انگریزوں کی سلطنت پھیلتے پھیلتے تاریخ کی عظیم ترین سلطنت بن چکی تھی، اس وقت یہ سکول ملک کے ایک اہم تعلیمی ادارے کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ اس میں صرف امراء کے لڑکے ہی پڑھنے جاتے اور اس کی تعلیم کو معاشرے، سول سروس اور سیاست میں آگے بڑھنے کے لئے ایک اہم زینہ سمجھا جاتا تھا۔

جارج کرزن کی ابتدائی تعلیم

جیسا کہ ہر تعلیمی ادارے میں ہوتا ہے، انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں ایٹن میں ہر قسم کے بچے پائے جاتے تھے۔ کچھ صلح جو، کچھ شریر اور کچھ بہت شریر نالائق اور کند ذہن اور کچھ قابل اور ذہین۔ انہی دنوں ایک لڑکے جارج کرزن نے بھی اس سکول میں داخلہ لیا۔ اس لڑکے کو اب تک اپنے گھر اور ابتدائی سکول میں اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ وہ ذہنی طور پر باقی ہم عمر دوستوں سے برتر ہے۔ شاید یہ خیال غلط بھی نہیں تھا۔ لیکن ایٹن کا ماحول مختلف تھا۔ یہاں ایک سے ایک بڑے خاندان کا بچہ موجود تھا۔ یہاں سے نکلنے والے بہت سے طلباء سول سروس اور برطانوی سیاست پر چھائے ہوئے تھے۔ اس ماحول میں اپنے آپ کو منوانا ذرا مشکل کام تھا۔

قابلیت

اس سکول میں ہر طالب علم ایک ہاؤس ماسٹر کے تحت ہوتا جو اس کے ٹیوٹر کے فرائض بھی سرانجام دیتا بدقسمتی سے کرزن کے ٹیوٹر وولی ڈوڈ (Wolley Dod) تھے۔ ان کے مزاج میں اپنے شاگردوں سے الجھنا شامل تھا۔ اور کم عمر جارج کرزن کی طبیعت کسی کی دھونس قبول نہیں کرتی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا جو ایسی صورت حال میں بالعموم نکلتا ہے۔ اس نئے طالب علم کی کچھ اساتذہ سے چپقلش شروع ہو گئی۔ ایک نئے لڑکے نے اپنے اساتذہ سے مقابلہ تو کیا کرنا تھا لیکن کرزن نے پھر بھی مقابلے کی ایک صورت پیدا کر لی۔ جن اساتذہ سے اس کی نہ بنتی ان کی کلاس میں وہ کوئی توجہ نہ کرتا بلکہ ان کو زچ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ لیکن رات گئے تک اپنے کمرے میں کتابوں میں سر کھپاتا رہتا تا کہ ان اساتذہ کے مضامین میں ان کے منظور نظر شاگردوں سے زیادہ نمبر حاصل کر سکے۔ فرانسیسی کے دو استاد اسے خاص طور پر مایوس کن شاگرد سمجھتے تھے۔ لیکن جب فرانسیسی زبان میں انعامی مقابلہ ہوا تو کرزن نے اول انعام لے کر سب کو حیران کر دیا۔

جلد ہی اس کے والد کو اساتذہ کی طرف سے متضاد خط موصول ہونے لگے۔ کچھ کے مطابق ان کا بیٹا نہایت تمیز دار ذہین اور قابل تھا اور کچھ لکھتے تھے کہ وہ بدتمیزی کی حد تک شرارتی تھا۔ 5 جون 1877ء کی سالانہ تقریب پر جب مشہور جریدے ڈیلی ٹیلیگراف نے تبصرہ کیا تو اس میں جارج کرزن کی نمایاں شخصیت کا ذکر خاص طور پر کیا۔ سکول میں ہی کرزن کو چیلنج قبول کرنے کی عادت پڑ چکی تھی۔

بیماری کا آغاز اور بلند حوصلگی

19 سال کی عمر میں ایٹن سے نکل کر جارج کرزن نے آکسفورڈ یونیورسٹی کا رخ کیا۔ لیکن آکسفورڈ میں قدم رکھنے سے قبل ایک اور چیلنج ان کا منتظر تھا۔ پندرہ برس کی عمر میں وہ گھوڑے سے گر کر زخمی ہوئے تھے لیکن کچھ عرصہ کے آرام کے بعد انہوں نے معمول کی زندگی شروع کر دی تھی۔ لیکن اب ان کی کمر میں خم پیدا ہونا شروع ہوا اور ساتھ ہی شدید کمر درد شروع ہو گئی پہلے ڈاکٹروں نے رائے دی کہ وہ آکسفورڈ جانے کا ارادہ ترک کر دیں کیونکہ اب وہ بہت فعال زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ لیکن پھر ایک اور ماہر نے مشورہ دیا کہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکتے ہیں۔ لیکن بقیہ عمر انہیں اپنی کمر کو سٹیل کے کمر بند میں باندھ کر رکھنا پڑے گا اور روزانہ بہت سا وقت ایک خاص ساخت کی کرسی پر بیٹھ کر گزارنا ہوگا۔ لیکن کرزن نے تہیہ کیا کہ وہ اس بیماری کے ساتھ فعال زندگی گزاریں گے۔ کم از کم ان کے حوصلے کی داد دینی پڑتی ہے۔

جارج کرزن کا بطور وائسرائے تقرر

یہ وہ دور تھا جب انگلستان کی حکومت پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ دنیا کے بڑے بڑے خطے اس کی محکومیت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس سلطنت کا ایک اہم حصہ ہندوستان تھا۔ اس وقت وائسرائے برطانوی حکومت کی طرف سے پورے ہندوستان پر حکومت کرتا تھا۔ 11 اگست 1898ء کو لندن میں ایک نئے وائسرائے کے تقرر کا اعلان کیا گیا۔ یہ وائسرائے جارج کرزن تھے۔ جن کے بچپن کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ وہ سیاست کے ابتدائی مراحل سے گزرتے ہوئے اب اس اہم عہدے پر فائز ہونے والے تھے۔

اس وقت دہلی کی بجائے کلکتہ ہندوستان کا اور ہندوستان کے سب سے بڑے صوبے بنگال کا دارالحکومت تھا۔ یہاں سے انگریز حکام خیبر سے لے کر آسام تک کے علاقے پر حکومت کرتے تھے۔ کرزن نے فرائض سمجھتے ہی تندہی سے کام شروع کر دیا۔ وہ سابق وائسرائے سے الگ اور مختلف تھے۔ وہ معمول کے کام کے علاوہ انتظامی ڈھانچے کو بھی بہتر بنانا چاہتے تھے۔ کرزن نے اتنی محنت سے کام شروع کیا کہ باوجود اختلافات کے وزیر ہند نے ایک خط میں انہیں مشورہ دیا کہ وہ اپنے اوپر کام کا بوجھ کم کریں اور اپنے آرام کا بھی خیال رکھیں۔

انتظامی مسائل

اتنے وسیع علاقے کو چلانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ کرزن کے سامنے جو بڑے بڑے انتظامی مسائل موجود تھے۔ ان میں ایک مسئلہ بنگال کے صوبے کا بھی تھا۔ اس وقت پورے ہندوستان میں بنگال کے لوگ سب سے زیادہ تعلیم یافتہ، سیاسی سمجھ بوجھ رکھنے والے اور قومی تشخص رکھنے والے تھے۔ بالعموم بنگالیوں کو اپنے خطے، تہذیب اور زبان سے والہانہ محبت تھی۔ لیکن بنگال اتنا بڑا صوبہ بن چکا تھا کہ ایک گورنر اور اس کی انتظامیہ کے لئے اس کا نظم و نسق چلانا ممکن نہیں رہا تھا۔

صوبہ بنگال کی تقسیم کا منصوبہ

ایک صدی قبل اس صوبے کی آبادی ساڑھے سات کروڑ سے زیادہ تھی۔ یہ ایک صوبہ آج کے بنگلہ دیش اور بھارت کے صوبہ بنگال کے علاوہ بہار، چھوٹا ناگپور اور اڑیسہ پر مشتمل تھا۔ اس صوبے کی اکثر آبادی ہندو تھی لیکن کروڑوں مسلمان بھی اس صوبے میں بستے تھے جن کی اکثریت بنگال کے مشرقی حصے میں آباد تھی۔ بااثر طبقہ، مثلاً سرکاری عہدیدار، وکلاء، امیر، تاجر اور بڑے زمیندار تقریباً سارے کے سارے ہندو تھے۔ ان میں مسلمانوں کا تناسب بہت کم تھا۔ ان بہت سی وجوہات کی بناء پر کرزن کی آمد سے بھی بیس پچیس سال قبل سرکاری حلقوں میں اس خیال کا اظہار کیا جا رہا تھا کہ بنگال کی صوبائی مشینری پر بوجھ کم کرنے کے لئے اس صوبے کو تقسیم کر دینا چاہئے۔

چنانچہ 15 جون 1903ء کو کرزن نے قائمقام گورنر کے نام ایک خط میں تحریر کیا:۔

"شاید جلد ہی ہندوستان کی حکومت آپ کو بنگال کی سرحدوں کو تبدیل کرنے کا منصوبہ سپرد کرے۔ اغلباً چٹاگانگ کو آسام میں شامل کر دیا جائے گا۔ مگر توقع ہے کہ ہم زیادہ بڑی سکیم کی تجویز دیں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اس معاملے میں حالات کا جائزہ تنگ نظری سے یا مقامی اور جذباتی نقطہ نگاہ سے نہیں بلکہ مستقبل پر مدبرانہ نظر رکھتے ہوئے لیا جائے گا"۔

(Indian Muslims by Shan Muhammad Vol.1 Page 84)

مخالفت کا آغاز

جیسے ہی ان ارادوں کی خبر عام ہوئی صرف بنگال ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں اس کے خلاف آوازیں اٹھنے لگیں۔ لیڈروں نے تقریریں کیں کہ بنگال کے ٹکڑے کئے جا رہے ہیں۔ بنگالیوں کو ان کی مادر وطن سے کاٹ کر علیحدہ کیا جا رہا ہے۔ عام بنگالیوں

نے بھی جن کی اکثریت ہندو تھی۔ اپنے غم وغصے کا اظہار شروع کیا۔ اس موضوع پر اخباروں میں کالم پر کالم لکھے گئے، یہ سب عناصر انتظامی نقطہ نگاہ سے اس معاملے کو نہیں دیکھ رہے تھے بلکہ قومی محبت اور جذباتی وابستگیاں ان کے ذہنوں پر حاوی تھیں۔ دوسری طرف حکومت خالص طور پر انتظامی فوائد کی طرف دیکھ رہی تھی اور ان جذباتی پہلوؤں کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ چنانچہ 28 جنوری 1904ء کو نئے وزیر ہند نے کرزن کو لکھا:

"ڈھاکہ اور میمن سنگھ کے علاقے کو علیحدہ کرنے کی تجویز پر بنگال میں جو احتجاج کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس کی بنیاد جذبات اور مذمت پر ہے۔ میں نے اس کے متعلق سینکڑوں صفحات کو پڑھا ہے اس میں بمشکل دو تین باتیں ایسی ہیں جن پر تجاویز کہنا ممکن ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ بنگال ایک شخص کے انتظام کے لئے بہت بڑا صوبہ ہے"۔

(Indian Muslims Vol 1 by Shan Muhammad page 88)

تیسرا فریق

اس تنازعے میں ایک تیسرا فریق بھی تھا جس کی آواز آغاز میں اتنی واضح سنائی نہیں دے رہی تھی لیکن آہستہ آہستہ اس گروہ کی اہمیت بڑھتی گئی۔ یہ تیسرا فریق بنگالی مسلمانوں کا تھا۔ ان کی اکثریت مشرقی بنگال میں رہتی تھی اور نیا صوبہ بننے کی صورت میں اس مشرقی صوبے میں مسلمانوں کی اکثریت ہو جاتی تھی اور اس سے انہیں بہت سے فوائد پہنچ سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ احتجاج بڑی حد تک ہندوؤں تک محدود تھا اور مشرقی بنگال کے مسلمان اس سے تقریباً علیحدہ ہی رہے تھے۔ پورے ہندوستان میں یہ احتجاج اتنے وسیع پیمانے پر ہو رہا تھا کہ وزیر ہند براڈرک نے تنگ آ کر 20 مئی 1905ء کو کرزن کے نام ایک خط میں یہ تجویز دی کہ صوبے کو تقسیم کرنے کی بجائے چھوٹا ناگپور اور اڑیسہ کے علاقے کو ایک کمشنر کے ماتحت کر کے اسے گورنر کے اختیارات دے دیئے جائیں۔ لیکن کرزن نے جواب میں اس خیال کا اظہار کیا کہ اس سے صوبائی مشینری پر سے برائے نام بوجھ کم ہوگا اور زائد پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔

نئے صوبے کی سکیم

6 جون 1905ء کو بنگال کے گورنر فریزر (Fraser) نے کرزن کے نام اپنے خط میں لکھا کہ بنگال کی تقسیم میں جتنی تاخیر کی جائے گی۔ حالات اتنے ہی زیادہ خراب ہوں گے چنانچہ بہتر یہی ہوگا کہ اس قضیئے کو جلد نمٹا دیا جائے۔ اور اسی ماہ میں وزیر ہند براڈرک نے اس سکیم کی منظوری دے دی کہ مشرقی بنگال کو علیحدہ کر کے آسام کے ساتھ ملا کر ایک نیا صوبہ بنایا جائے۔ اس سکیم کے مطابق بنگال کے صوبے کی آبادی 7 کروڑ 80 لاکھ سے کم ہو کر پانچ کروڑ چالیس لاکھ رہ جاتی تھی۔ نئے صوبے کی آبادی تین کروڑ بیس لاکھ ہونی تھی جس میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ایک کروڑ اسی لاکھ کے قریب بنتی تھی۔ اور یہ واضح تھا کہ اس نئے صوبے میں مسلمان اکثریت میں ہوں گے۔ مخالفت کے باوجود کرزن اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے پر ڈٹے ہوئے تھے۔ آخر کار 16 اکتوبر 1905ء کو بنگال دو صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

مخالفت میں شدت اور بائیکاٹ

یہ دن بنگال میں ماتم کا دن تھا۔ 1857ء کی جنگ کے بعد برٹش انڈیا میں کسی سرکاری فیصلے کے خلاف اتنا شدید ردعمل دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ بنگال کی ہندو اکثریت کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کا صوبہ تقسیم کر دیا گیا ہے اور اب بنگال ایک نہیں بلکہ دو صوبوں میں بٹ گیا ہے۔ احتجاجی جلسے جلوس اور شدت اختیار کر گئے۔ فیکٹریوں میں ہڑتالیں کی گئیں حتیٰ کہ حکومت کی اسلحہ ساز فیکٹری میں کام شروع تو ہوا لیکن جب باہر جلوس کے نعروں کی آواز سنائی دی تو مزدوروں نے کام چھوڑ دیا اور نعرے لگاتے ہوئے باہر آ گئے۔ پورے ہندوستان میں سیاسی لیڈروں نے بیان بازیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ ہندوستان کے پریس نے اس کی مذمت میں صفحات کے صفحات لکھے اور تو اور مغربی بنگال میں انگلستان کی بنی ہوئی۔ چیزوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا۔ سڑکوں پر ان لوگوں کی مار پیٹ شروع ہو جاتی جو انگلستان کا بنا ہوا کپڑا پہن کر نکلتے۔ طلباء وہ امتحان دینے سے انکار کر دیتے جس میں امتحان کے شرکاء کو پرچہ حل کرنے کے لئے غیر ملکی کاغذ دیا جاتا۔ لوگ سڑکوں پر 'بندے ماترم' گاتے ہوئے نظر آتے یا روایتی انداز میں سڑکوں پر ایک دوسرے کی کلائیوں پر زرد ڈوری باندھ کر اظہار یکجہتی کرتے۔ مختصراً یہ کہ پورے ہندوستان میں ایک سیاسی بھونچال آ گیا۔ مشہور لیڈر بینر جی کے الفاظ میں۔

"یہ اعلان حیران پبلک پر ایک بم کی طرح گرا ہے۔ ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ ہماری ہتک ہوئی ہے، ہمیں ذلیل کیا گیا ہے ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ یہ بنگالی زبان بولنے والوں کی بڑھتی ہوئی یکجہتی اور خود آگہی پر ایک سوچا سمجھا وار ہے۔ اسی طرح یہ وار ہندوؤں اور مسلمانوں کے قریبی اتحاد پر کیا گیا ہے، جس پر ہندوستان میں آئندہ پیش رفت کا انحصار ہے۔ کیونکہ اس کا اعلان سرکاری طور پر کیا گیا ہے۔ کہ مشرقی بنگال اور آسام کا صوبہ ایک مسلمان صوبہ ہوگا"۔

(Lord Curzon by Corodia Page 223)

مشرقی بنگال کا دورہ

جب کسی شخص یا کسی گروہ یا کسی قوم کی تمام تر توجہ اونچی آواز میں چلانے پر مرکوز ہو جائے تو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں معطل ہو جاتی ہیں۔ بینر جی اور ان کے ہمنوا جس ہندو مسلم اتحاد کے مجروح ہونے پر ماتم کر رہے تھے وہ سرے سے وجود میں ہی نہیں آیا تھا۔ اور یہ حقیقت واضح تھی کہ اس نئے صوبے کی مسلمان اکثریت کو نہ صرف اس تقسیم سے کسی قسم کا کوئی صدمہ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ اس کی کھلم کھلا حمایت کر رہے تھے۔ تقسیم کے عمل میں آنے سے ایک سال قبل کرزن نے مشرقی بنگال کا دورہ کیا تھا تو نہ صرف مسلمانوں نے اس تقسیم کی حمایت کی تھی بلکہ اس حمایت میں کرزن کی تقریروں سے اضافہ ہو گیا تھا۔

اس حمایت میں ڈھاکہ کے نواب سلیم اللہ پیش پیش تھے۔ اس کی صرف سیاسی وجوہات نہیں تھیں بلکہ بہت گہری معاشی اور اقتصادی وجوہات تھیں۔ مثلاً بنگال کے مشرقی اضلاع میں گو مسلمان اکثریت میں تھے لیکن بااثر سرکاری ملازمتوں پر تقریباً مکمل طور پر ہندوؤں کا تسلط تھا۔ باوجود اکثریت میں ہونے کے اس نئے صوبے کی سرکاری ملازمتوں کا صرف چھٹا حصہ مسلمانوں کے پاس تھا۔ بڑے تاجر تقریباً سارے ہندو تھے۔ ہائی کورٹ کلکتہ میں تھی اور ہندو وکلاء عدلیہ پر چھائے ہوئے تھے۔ یونیورسٹی صرف کلکتہ میں تھی اور مسلمانوں میں تعلیم کا تناسب بہت کم تھا۔ نئے صوبے کے ساتھ ڈھاکہ میں بھی یونیورسٹی بننے کی امید تھی۔ بڑے زمیندار ہندو تھے اور ان کی زمینوں پر کام کرنے والے کارندوں کی اکثریت مسلمان تھی۔ سیاسی سطح پر بھی مسلمانوں کی آواز نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس صورت حال کی وجہ جو بھی ہو لیکن حقیقت یہی تھی کہ اس وقت بنگال کے مسلمان ایک پسی ہوئی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے اور نئے صوبے کے بننے سے انہیں اپنی حالت میں بہتری کی امید تھی۔ اور بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ ان کا خیال غلط نہیں تھا۔

تقسیم کے فوائد

اس صورت حال میں 16 نومبر 1905ء کو محمڈن لٹریری کونسل کلکتہ نے ایک اعلانیہ جاری کیا جس میں بنگال کے مسلمانوں کو تلقین کی کہ اس تبدیلی میں ان کا اپنا فائدہ ہے اس لئے وہ حکومت کا ساتھ دیں اور ہندوؤں کے احتجاج سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔ اس میں مساجد کے خطیبوں پر بھی زور دیا گیا کہ وہ لوگوں کو حکومت کا ساتھ دینے کی ترغیب دیں۔

(Indian Muslims vol 1 by Shan Muhammad Page 98)

اس وقت کی سرکاری خط و کتابت، جواب تک منظر عام پر آ چکی ہے، میں بھی اس بات کا واضح اظہار ملتا ہے کہ تقسیم کے بہت سے فوائد ہوں گے۔ مسلمان اس سے مطمئن ہیں لیکن بنگال کی ہندو اکثریت کے جذبات کو اس سے شدید صدمہ پہنچا ہے۔ اور تقسیم کرتے وقت ان کے جذبات کا خیال نہیں رکھا گیا۔

(Indian Muslims by Shan Muhammad vol 1 page 98)

انتظامی مسئلے پر اختلاف

اس وقت تقسیم بنگال کے ساتھ ہی ایک اور ڈرامائی سیاسی تبدیلی بھی رونما ہوئی۔ وائسرائے کرزن کا برطانوی حکومت کے ساتھ ایک اہم انتظامی مسئلے پر اختلاف ہو گیا۔ اس کا تعلق ہندوستان کی فوج کے انتظامی امور سے تھا۔ کرزن فوج میں نظم و نسق کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ اس سے قبل بھی جب سیالکوٹ میں کچھ انگریز افسروں نے ایک مقامی باشندے کو مار پیٹ کر کے مار دیا تھا تو کرزن نے اس کے خلاف سخت اقدامات کئے تھے۔ نہ صرف ان افسروں کو سزا دی گئی تھی بلکہ پوری بٹالین کے خلاف تادیبی کارروائی کا حکم دیا تھا۔

کرزن کا استعفیٰ

انگریز فوجی افسروں میں کرزن کے سخت رویے کے خلاف ردعمل پایا جاتا تھا۔ اب کرزن فوج کے کمانڈر کے اختیارات جن کا تعلق سپلائی وغیرہ سے تھا کم کرنا چاہتے تھے۔ اس بات پر فوج کے کمانڈر لارڈ کچز سے ان کا اختلاف ہو گیا۔ جب برطانوی حکومت نے وائسرائے کی تجاویز کی بجائے لارڈ کچز کا ساتھ دینا شروع کیا تو کرزن نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

یہ عجیب بات ہے کہ مبصرین عموماً اسے صرف کرزن کی ایک ہزیمت قرار دیتے ہیں۔ اگر اسے ایک اور زاویے سے دیکھا جائے تو اسے اصول پسندی بھی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اصولوں پر سودے بازی کرتے ہوئے اقتدار سے چپٹے رہنا پسند نہیں کیا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس کے بعد کرزن منظر سے غائب نہیں ہو گئے بلکہ وہ برطانوی کابینہ میں اہم عہدوں پر فائز ہوئے۔ وزیر خارجہ بھی بنے اور ایک مرحلے پر ان کے وزیر اعظم بننے کے امکانات بھی کافی روشن نظر آتے تھے لیکن ان کے نہ بننے کی وجہ بظاہر یہ بات بنی کہ وہ اس وقت ہاؤس آف لارڈز کے رکن تھے اور بادشاہ کو مشورہ دیا گیا تھا کہ اب وزیر اعظم ہاؤس آف کامنز (House of Commons) سے ہونا چاہئے۔

لیکن نئے وائسرائے نے عہدہ سنبھال کر تقسیم بنگال کو ختم کرنے کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا بلکہ یہی فیصلہ کیا کہ مشرقی بنگال ایک علیحدہ صوبہ رہے گا۔

بقیہ صفحہ 6

8 تولہ مالیتی -/41650 روپے۔ کل جائیداد مالیتی -/71650 روپے۔ اس وقت مجھے مبلغ -/500 روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی۔ اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جاوے۔ الامۃ رضوانہ لطیف 61/6 گلشن پارک مغلپورہ لاہور گواہ شد نمبر 1 عبداللطیف شاد خاوند موصیہ گواہ شد نمبر 2 ناصر احمد مغلپورہ لاہور

سلسلہ احمدیہ کے قدیم خادم اور بزرگ

حضرت ملک غلام فرید صاحب ایم-اے

محترم حافظ محمد نصر اللہ صاحب

حضرت مسیح موعود کے روحانی خزائن سے مستفیض ہو کر متعدد وجود آسمان کے درخشندہ ستارے بن کر ابھرے- انہی روشن ستاروں میں سے ایک نام حضرت ملک غلام فرید صاحب کا ہے- حضرت ملک نورالدین صاحب کے گھر 1896ء میں کنجاہ ضلع گجرات میں آپ کی پیدائش ہوئی- حضرت صوفی بابا گنج شکر سے عقیدت کی بنا پر آپ کا نام غلام فرید رکھا گیا- 1908ء میں آپ نے حضرت مسیح موعود کی زیارت کی- قادیان میں 1909ء میں تعلیم کا آغاز کیا' مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور کبار رفقاء مسیح موعود سے تعلیم حاصل کرنے کی توفیق ملی- آپ کے انگریزی کے استاد حضرت قاضی عبدالحق صاحب فرماتے تھے- یہ لڑکا آسمان سے اترا ہوا ہے- میٹرک کے بعد آپ لاہور گئے- پہلے اسلامیہ کالج میں داخل ہوئے- حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے- مختلف کالجوں کے احمدی طلبہ نے مل کر ایک مجلس بنام احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن بنائی جس کا اولین صدر ملک غلام فرید صاحب کو بنایا گیا- اس مجلس نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور دیگر علماء سلسلہ کی تقاریر لاہور میں کروائیں-

ایم-اے میں کامیابی

جس سال آپ نے ایم- اے کیا- بشمول حضرت ملک صاحب کے ایم- اے انگلش میں تین طلباء نے کامیابی حاصل کی تھی- ایک جی احمد تھے- جو بعد میں امریکہ میں پاکستانی سفیر اور پھر چیئر مین پلاننگ کمیشن پاکستان کے اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے- دوسرے ملک صاحب کے وطن کنجاہ کے پیارا لال تھے جنہوں نے گاندھی جی کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر غیر معمولی شہرت پائی-

وقف زندگی اور دینی خدمات

حضرت ملک غلام فرید صاحب بلاشبہ ان رفقاء احمد میں شامل ہیں جو احمدیت کے ماتھے کا جھومر تھے- شمع احمدیت کے پروانے تھے- حضرت ملک صاحب کے برادر مکرم ملک عبدالرحیم صاحب تحریر کرتے ہیں-

''ہمارے دادا ملک الٰہی بخش صاحب صوفی مزاج اور بہت دین دار شخص تھے- جس کی گواہی کنجاہ کے بھی بہت لوگ دیتے ہیں- ایک روز دادا جان نے والد صاحب' ملک نواب الدین صاحب' ملک غلام فرید صاحب اور ملک بشیر علی صاحب کو بلوا کر والد صاحب سے کہا:

''نور دینا غلام فرید تیرا لڑکا بہت بڑا دیندار ہوگا-''

اس کے کچھ عرصہ بعد دادا جان نے بیعت کر لی-

حضرت ملک غلام فرید صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ والد صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ مجھے چھری سے ذبح کرنے لگے ہیں اتنے میں وہ بیدار ہو گئے-''

چنانچہ ملک صاحب نے 1916ء میں اپنی زندگی خدمت احمدیت کے لئے وقف کی- بی- اے کرنے کے بعد اس نیت سے گورنمنٹ کالج میں کسی اور مضمون میں داخلہ لیا کہ اس کے بعد واپس قادیان پہنچ کر خدمات بجا لائیں گے- حضرت مصلح موعود کی خواہش تھی کہ آپ ایم- اے انگلش کریں- حضرت ملک صاحب نے ایم- اے انگلش کیا- وقف کا وعدہ اس سے پہلے کیا ہوا تھا اسے حضرت امام جماعت کی خواہش کے تابع عمر بھر نبھایا-

جرمنی کے لئے روانگی

حضرت ملک صاحب اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں-

''26 نومبر 1923ء کو بوقت بارہ بجے میں قادیان سے برائے (دعوت الی اللہ) جرمنی رخصت ہوا- حضرت خلیفۃ المسیح الثانی موڑ تک جس کو بئر الدعا بھی کہا جاتا ہے- مجھے چھوڑنے آئے- راستے میں بہت سی ہدایات دیں- سب سے قابل قدر اور قابل عمل ہدایت یہ تھی کہ مربی کو ہر ایک کا ہمدرد ہونا چاہئے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں- انصر اخاك ظالما او مظلوما مظلوم تو مظلوم ہی ہے- ظالم ظلم کر کے اپنی روحانیت برباد کر لیتا ہے اور اس طرح ہمارے رحم کے قابل ہے-...... ہمیشہ دعا پر بھروسہ کرو- دعا سب سے بڑا مومن کا قیمتی ہتھیار ہے-''

حضرت صاحب نے بڑی لمبی دعا کی- میں لوگوں سے مل رہا تھا- حضرت صاحب میرے بچے مبارک کو گود میں لے کر پیار کر رہے تھے- میں ٹم ٹم میں سوار ہوا اور جب تک میری ٹم ٹم آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئی حضرت خلیفۃ المسیح مع تمام احباب اپنی جگہ کھڑے رہے-

انگلستان میں خدمات

جرمنی مشن بند ہو جانے کے بعد حضرت ملک صاحب کا تبادلہ انگلستان میں کر دیا گیا-

بیت الفضل لندن کے افتتاح کے کاموں میں بھی حضرت ملک صاحب کو خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی- بیت کے افتتاح کے لئے حجاز کے سلطان ابن سعود کے بیٹے امیر فیصل گورنر مکہ (بعد میں شاہ فیصل) سے درخواست کی گئی- امیر فیصل 23 ستمبر 1926ء کو انگلستان پہنچے- 3/اکتوبر افتتاح کا دن مقرر تھا مگر امیر فیصل کے منشاء پر 6/اکتوبر کا دن معین کیا گیا- اس سلسلے میں تمام دعوت ناموں اور خط و کتابت کا زیادہ تر کام حضرت ملک صاحب کے کندھوں پر تھا- مخالفین کی طرف سے امیر فیصل کو افتتاح کرنے سے روک دیا گیا اور عین وقت پر اس تاریخی کام کی سعادت شیخ عبدالقادر صاحب (پریذیڈنٹ پنجاب لیجسلیٹو کونسل) کو حاصل ہوئی-

مرکز سلسلہ قادیان کو مراجعت

قادیان دارالامان میں ورود پر اخبار الفضل نے تحریر کیا-

''ہمارے مکرم و محترم ملک غلام فرید صاحب ایم-اے (مربی) انگلستان مرکز تثلیث میں دین حق کی شاندار خدمات سرانجام دینے کے بعد 8 جولائی 1928ء کی شام کو مع الخیر وارد دارالامان ہوئے- ملک صاحب کی آمد کی اطلاع پہلے موصول ہو چکی تھی- اس لئے اکثر احباب آپ کے استقبال کے لئے سات بجے قصبہ سے باہر جمع ہو گئے- ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ کے طلباء بھی حاضر تھے- ملک صاحب کی آمد پر احمدیہ سکول کے سکاؤٹس جو یونیفارم پہنے ہوئے وہاں موجود تھے فوجی طرز میں سلامی دی- اس کے بعد ملک صاحب نے تمام احباب سے مصافحہ کیا- مغرب کی نماز کے بعد حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی نے ملک صاحب کو شرف باریابی بخشا اور عشاء کی نماز تک مختلف موضوعات پر گفتگو کا نہایت دلچسپ سلسلہ رہا-''

نصرت (گرلز) سکول سے وابستگی

1939ء میں آپ نے نصرت سکول کے مینیجر کی حیثیت سے بھی فرائض سرانجام دیئے-

تقسیم برصغیر کے وقت خدمات

تقسیم برصغیر کے وقت آپ کو خدمات جلیلہ سرانجام دینے کا موقعہ ملا- حضرت مصلح موعود 31/ اگست 1947ء کو لاہور تشریف لے گئے- اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو اپنے بعد قادیان میں امیر مقرر فرمایا- ان کے ساتھ متعدد بزرگان نامساعد حالات میں خدمات سرانجام دے رہے تھے جن میں حضرت ملک غلام فرید صاحب بھی شامل تھے-

آپ کی قلمی خدمات

آپ کی ابتدائی قلمی خدمات انگلستان میں شروع ہوئیں- جب مذہبی امور کے متعلق مختصر مدلل خطوط یا تردیدی جواب آپ سپرد قلم کرتے تھے اور وہاں کے اعلیٰ پایہ کے روزنامے انہیں شائع کرتے تھے- گویا زبان وغیرہ کے لحاظ سے وہ ان کے معیار کے مطابق ہوتی تھی- انگلستان سے واپسی کے بعد آپ کی قلمی خدمات کا باقاعدہ آغاز ہوا- آپ پندرہ روزہ انگریزی ''سن رائز'' کے اور پھر انگریزی ماہنامہ ''ریویو آف ریلیجنز'' کے ایڈیٹر مقرر ہوئے-

انگریزی ''سن رائز'' کی ادارت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تربیتی ضروریات کے پیش نظر ایک پندرہ روزہ انگریزی اخبار جاری فرمایا اور اس کا نام Sun Rise (سن رائز) رکھا- یہ رسالہ حضرت مولوی محمد الدین صاحب بی- اے (سابق مربی امریکہ) کی ادارت میں دسمبر 1926ء میں جاری ہوا- 1928ء کے وسط میں حضرت ملک غلام فرید صاحب ایم- اے اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے- آپ کے دور میں اس اخبار کا علمی معیار بھی بلند ہوا اور اس کی اشاعت میں بھی اضافہ ہوا- یکم ستمبر 1930ء سے یہ ہفت روزہ کر دیا گیا- حضرت

ملک صاحب نے فروری 1932ء تک اس رسالہ کی ادارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ مارچ 1932ء میں یہ رسالہ قادیان سے لاہور منتقل کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ انگریزی ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز کے بھی مدیر رہے۔

انگریزی تفسیر القرآن

حضرت ملک صاحب کو جو سب سے بڑی خدمت سرانجام دینے کی توفیق ملی وہ ترجمہ و تفسیر انگریزی کا کام ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کو انگریزی ترجمہ اور تفسیری نوٹس تیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔ 1933ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو بھی اس اہم کام میں شامل کر دیا گیا۔

مئی 1942ء میں حضرت مصلح موعود نے ایک بورڈ مقرر فرمایا جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مولانا شیر علی صاحب اور حضرت ملک غلام فرید صاحب تھے۔ بورڈ نے نہایت محنت سے کام کیا اور ایک ایک لفظ پر سوچ بچار کے بعد اسے حتمی شکل دی۔ سیاسی حالات کی وجہ سے فرے لاہور لائے گئے اور پہلے دس پاروں پر مشتمل پہلی جلد 1948ء میں منظر عام پر آ گئی۔

حضرت مولانا شیر علی صاحب کی وفات 13 نومبر 1947ء اور تقسیم کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی دوسری ذمہ داریوں کی وجہ سے حضرت ملک صاحب کو تنہا اس کی ذمہ داری سونپی گئی۔ حضرت ملک صاحب پیرانہ سالی اور مختلف عوارض کے باوجود اس کام کو کرنے میں منہمک ہو گئے اور شب و روز کی محنت کے بعد 1949ء میں دوسری جلد سورہ یونس تا سورہ کہف مرتب ہوئی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب عدیم الفرصتی کے باوجود نظر ثانی کے کام میں برابر کے شریک رہے۔ 1951ء کے بعد ملک صاحب تنہا رہ گئے مگر مسلسل کام کرتے رہے۔ دسمبر 1960ء میں سورہ مریم تا سورہ جاثیہ پر مشتمل تفسیر کی جلد دوم کا دوسرا حصہ شائع ہو گیا۔

تیسری اور آخری جلد 1963ء میں چھپ گئی اور تفسیر القرآن انگریزی مکمل ہو گئی۔

تفسیر قرآن انگریزی

ایک جلد میں

تفسیر قرآن انگریزی کی آخری جلد 1963ء میں منظر عام پر آنے کے بعد حضرت ملک غلام فرید صاحب اس کوشش میں جت گئے کہ ایک مختصر جلد تیار کریں۔ چنانچہ تین حصوں سے جو پانچ جلدوں میں تھے۔ ایک مختصر جلد سلسلہ کی طرف سے 1969ء میں شائع ہوئی۔ جو انڈیکس سمیت 1461 (ایک ہزار چار سو اکسٹھ) صفحات پر مشتمل تھی۔ اس میں لغوی معانی کا تفصیلی حصہ حذف کرنا پڑا۔ پہلی پانچ جلدیں دیدہ زیب صورت میں اب سلسلہ کی طرف سے لندن میں طبع ہوئی ہیں۔

آپ کا انتقال پر ملال

حضرت ملک غلام فرید صاحب 7 جنوری 1977ء بروز جمعۃ المبارک 79 سال کی عمر میں رحلت فرما کر اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ بوقت وفات آپ 8 ٹیمپل روڈ لاہور میں مقیم تھے۔

آپ کی سیرت

آپ نے اپنی زندگی کا ایک حصہ خلفائے احمدیت کی معیت میں گزارا اور ان کا فیض یورپ تک پھیلایا۔ آپ کی شخصیت، حضرت مسیح موعود کی غلامی اور خلافت سے وابستگی کا عملی ثبوت ہے جو آپ عملی زندگی میں ظاہر کرتے رہے۔ جن میں سے چند پیش ہیں۔

سلسلے کے ساتھ آپ کی محبت

احمدیت اور سلسلہ کے ساتھ آپ کی محبت ہر پہلو سے عیاں ہوتی تھی۔ 1936ء میں اسمبلی کی ممبری کے لئے حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے بھی کھڑے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے فہرست رائے دہندگان میں ہمارے کارکنان نے بھی دلچسپی لی۔ اس زمانہ میں فارم میں ایک خانہ رائے دہندہ کی قومیت کا بھی ہوتا تھا۔ ایک کارکن اس فارم کی خانہ پری کے لئے ملک صاحب کے پاس گئے تو ملک صاحب نے اس خانہ میں ''احمدی'' لکھنے کے لئے کہا۔ چیک کرنے والوں نے اس پر اعتراض کیا اور اس کارکن کو دوبارہ ملک صاحب کے پاس بھیجا کہ قومیت دریافت کرے۔ ملک صاحب نے پھر وہی جواب دیا۔ اور کہا کہ میں نے ٹھیک لکھوایا ہے۔ تیسری دفعہ اس کارکن کو پھر آنا پڑا تو ملک صاحب نے فرمایا کہ ہیں تو ککے زئی لیکن اور کوئی قوم بھی قوم ہے؟۔ اصل قوم تو احمدیت ہے۔

وقت کی پابندی

آپ وقت کے بہت پابند تھے۔ ایڈیٹری کے فرائض کے علاوہ آپ نصرت گرلز کالج کی طالبات کو بی۔اے کی انگریزی پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن کام میں مصروف رہے اور وقت تنگ ہو گیا۔ گھبرا کر اٹھے اور اپنی کتابیں وغیرہ لے کر تیزی سے نکل گئے۔ سیڑھیوں میں سے آواز دی کہ میری عینک مجھے دے دو۔ اسے میز کے اوپر، اندر، باہر نیچے بہت تلاش کیا مگر عینک وہاں نہ تھی۔ بازار میں جا کر آپ نے زور سے آواز دی کہ عینک تو میں نے لگائی ہوئی ہے۔ تلاش کرنا چھوڑ دو۔ آپ بھاگنے لگے لوگ حیران رہ گئے۔ نصرت گرلز کالج تک (کوئی ایک فرلانگ تک) دوڑتے ہی گئے۔ دوسرے روز پوچھنے پر آپ نے کہا او بابا! دس منٹ لیٹ ہو گیا۔ خیال ہوا کہ لڑکیاں میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ میں بھاگ کر وہاں پہنچا اور وقت کے اندر کلاس شروع کر دی۔ لوگ میرے متعلق جو مرضی ہے کہہ لیں۔

آپ کے کلام میں تاثیر

ایک دفعہ سر راہ ڈاکٹر محمد دین تاثیر مرحوم سے ملنا ہو گیا۔ بتقلید معاندین سلسلہ اور اپنے دل میں انگریز کے خلاف جذبہ رکھنے کی بناء پر اس اعتراض کا ذکر کر دیا کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے انگریزوں کی کیوں تعریف کی۔ ملک صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب سو سال سکھوں کے اسلام کی محرمات کی بے حرمتی کرنے اور مسلمانوں سے بربریت کا سلوک کرنے سے آپ آگاہ ہیں۔ خود آپ کے لئے ایک تصور کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ مع والدہ، بیوی، بہنوں، باپ بیٹیوں اور بھائی کے، جنگل میں ہوں۔ ڈاکوؤں کا ایک ٹولہ وہاں پہنچے اور وہ آپ کے بھی مردوں کو تو مار ڈالے اور عورتوں کو اٹھالے جانے کو ہو۔ عین اسی گھڑی فرنگی آ پہنچے اور وہ ڈاکوؤں سے آپ کے کنبہ کو بچا لے۔ تو ظاہر ہے کہ آپ کے دل میں فرنگی کے لئے بے اختیار جذبہ تشکر اچھلے گا۔ سنئے ڈاکٹر صاحب حضرت مرزا غلام احمد صاحب ایسے شخص تھے کہ تمام جسمانی علائق سے زیادہ انہیں دین حق عزیز تھا۔ سکھوں کا وجود دین حق کے لئے آفت بنا ہوا تھا۔ انگریز کے آنے سے جو مسلمانوں کو عافیت اور امن حاصل ہوا دین حق آزاد ہوا۔ اس کی تقدیس بحال ہوئی تو انگریز کے اس احسان کا تشکر تھا جو مرزا صاحب کے دل میں پیدا ہوا اور اس احسان کے جذبہ سے انگریز کی تعریف کی۔ نہ کہ اس انگریز کی طرف سے کسی جاگیر، کسی خطاب اور انعام ملنے کی بناء پر۔ ملک صاحب نے اس جوش اخلاص سے اور بات کی سچائی کے زور سے کلام کیا کہ سچائی ڈاکٹر صاحب کے دل میں اتر گئی اور کہا ملک صاحب گواہ رہئے کہ آئندہ اس اعتراض کے میری زبان پر آنے کا تو کیا امکان ہے۔ میرے دل سے ہی یہ اعتراض اٹھ گیا ہے۔

حافظہ

آپ کا حافظہ اتنا عمدہ تھا کہ آپ کو اپنی نوعمری کے تعلیمی زمانہ کی باتیں بھی اچھی طرح یاد تھیں۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا زمانہ تھا۔ جن کے درس اور مجالس کی باتیں آپ سنایا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ آج کے اس قلمی جہاد کے زمانہ میں خدا تعالیٰ ہمیں بھی کامیاب مجاہد بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

(ماخوذ از مبشرین احمد)

وصایا

ضروری نوٹ

مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز کی منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جارہی ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی کے متعلق کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ یوم کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

سیکرٹری مجلس کارپرداز۔ ربوہ

مسل نمبر 33795 میں صادقہ بیگم زوجہ منیر احمد صاحب قوم جٹ پیشہ خانہ داری عمر 60 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک نمبر 297 ر-ج-ب ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ .... میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ 1۔ زرعی زمین برقبہ اڑھائی ایکڑ واقع چک نمبر 36گ-ب ضلع فیصل آباد مالیتی/150000 روپے۔ 2۔ زیورات طلائی وزنی 5 تولے مالیتی/33000 روپے۔ 3۔ حق مہر وصول شدہ /400 روپے۔ کل جائیداد مالیتی /183400 روپے۔ اس وقت مجھے مبلغ /500 روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ اور مبلغ .... روپے سالانہ آمد از جائیداد بالا ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہو گی 1/10 حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی۔ اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہو گی۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنی جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کو ادا کرتی رہوں گی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جاوے۔ الامۃ صادقہ بیگم چک نمبر 297 ر-ج-ب ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ گواہ شد نمبر 1 اعجاز احمد وڑائچ ولد چوہدری بشیر احمد مربی سلسلہ گواہ شد نمبر 2 لیاقت علی ولد ہدایت علی چک نمبر 297 ر-ج-ب ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

مسل نمبر 33796 میں رضوینہ لطیف زوجہ عبداللطیف شاہ قوم بٹ پیشہ خانہ داری عمر 24 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن گلشن پارک مغلپورہ لاہور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ 11-11-2001 میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ 1۔ حق مہر بذمہ خاوند محترم /30000 روپے۔ 2۔ زیورات طلائی

باقی صفحہ 4 پر

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

تقریب شادی

مکرم لئیق احمد طاہر صاحب مربی سلسلہ انگلستان کی بیٹی عزیزہ قرۃ العین طاہر صاحبہ کی تقریب شادی ہمراہ سمیع الحق ورک صاحب مورخہ 17فروری 2002ء کو منعقد ہوئی۔ دفاتر تحریک جدید کے احاطہ میں منعقد ہونے والی تقریب رخصتانہ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ تقریب کے آخر میں مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول نے دعا کروائی۔ عزیزہ قرۃ العین مکرم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی مرحوم رفیق حضرت مسیح موعود کی پوتی اور مکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب مرحوم کی نواسی ہیں۔ جبکہ سمیع الحق ورک صاحب سیالکوٹ شہر کے زعیم اعلیٰ انصار اللہ اور سیکرٹری امور عامہ مکرم فخر الحق ورک صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ احباب جماعت سے اس رشتہ کے ہر لحاظ سے مبارک اور مثمر بثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

درخواست دعا

مکرم عبدالمنان کوثر صاحب مینیجر و پبلشر ماہنامہ انصار اللہ تحریر کرتے ہیں۔ کہ میری والدہ محترمہ زوجہ مکرم عبدالعزیز گکھڑ صاحب مرحوم بعارضہ قلب فضل عمر ہسپتال ربوہ کے سی سی یو وارڈ میں داخل ہیں احباب جماعت سے موصوفہ کی کامل صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مکرم تنویر احمد صاحب علوی دارالعلوم جنوبی حلقہ احد کی والدہ محترمہ بشریٰ رحمن صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری شریف احمد صاحب مربی سلسلہ بعارضہ قلب و ہائی بلڈ پریشر علیل ہیں اور فضل عمر ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ موصوفہ کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کے لئے درخواست دعا ہے۔

مکرم محمود احمد صاحب صدر جماعت چک 109 روڈا ضلع فیصل آباد کی کمر میں انفیکشن کی وجہ سے شدید درد ہے۔ اسی طرح ان کی والدہ صاحبہ اور اہلیہ بھی بیمار ہیں ان سب کی شفایابی کے لئے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر معمولی شفا عطا فرمائے۔

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم رانا محمود اکرام صاحب ملتان کو مورخہ 31دسمبر 2001ء کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت بچے کا نام ''عثمان اکرام'' عطا فرمایا ہے۔ بچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ نومولود مکرم محمد اکرام انسپکٹر پنجاب پولیس کا پوتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچے کو لمبی عمر اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

مکرم صلاح الدین صاحب طور انتقال کر گئے

احباب کو افسوس سے اطلاع دی جارہی ہے کہ تین خلفاء کے ساتھ بطور ڈرائیور خدمات بجالانے والے مکرم میاں صلاح الدین صاحب طور دارالعلوم غربی حلقہ خلیل ابن مکرم میاں فضل حق صاحب آف صدر گوگیرہ مورخہ 24فروری 2002ء کو 80سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ آپ خدا کے فضل سے موصی تھے۔ مورخہ 25فروری بعد نماز عصر بیت المبارک میں آپ کی نماز جنازہ مکرم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں قبر تیار ہونے پر مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر امور خارجہ نے دعا کروائی۔ تقسیم پاک و ہند کے بعد آپ کچھ عرصہ قادیان میں مقیم رہے اور پھر ربوہ آکر بطور ڈرائیور دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں ملازمت اختیار کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ڈرائیور ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی کام کی توفیق پائی۔ اور خلفاء کی شفقت اور قربت کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ بڑا بیٹا مکرم فلاح الدین صاحب شاہ تاج شوگرمل میں ملازم ہیں۔ ایک بیٹا مکرم محمود احمد ناصر صاحب باسکٹ بال کے معروف کھلاڑی اور حبیب بینک کی ٹیم کے ممبر ہیں۔ دو بیٹے جرمنی میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

سانحہ ارتحال

مکرم صالح محمد صاحب سابق کارکن عملہ حفاظت تحریر کرتے ہیں کہ خاکسار کی اہلیہ محترمہ حنیفاں بیگم صاحبہ مورخہ 22فروری 2002ء بروز جمعۃ المبارک بعمر 70سال انتقال کر گئیں۔ مرحومہ نہایت مخلص دیندار اور خلافت اور سلسلہ سے گہری محبت رکھنے والی تھیں۔ مرحومہ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ان کی نماز جنازہ اسی روز بعد نماز عصر بیت المبارک میں محترم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے دعا کروائی۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

عالمی خبریں

عالمی ذرائع ابلاغ سے

بھارت کے ریاستی انتخابات بھارت کی چار ریاستوں، اتر پردیش، اتر آنچل، بھارتی پنجاب اور منی پور کے ریاستی انتخابات میں غیر سرکاری نتائج کے مطابق برسر اقتدار جماعت بی جے پی کو شکست ہو گئی ہے۔ بھارتی پنجاب میں بی جے پی کو سخت دھچکا لگا جہاں 117 نشستوں میں سے وہ صرف 3 نشستیں حاصل کر سکی۔ جبکہ کانگرس کو 62 اور ایس اے ڈی کو 41 نشستوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ ریاست اتر آنچل کی کل 70 نشستوں میں سے بی جے پی کو 19 نشستوں پر کامیابی ہوئی جبکہ کانگرس نے 36 نشستیں جیت کر سادہ اکثریت حاصل کر لی۔ ملکی سطح پر سیاسی نتائج کے اعتبار سے اتر پردیش کے انتخابی نتائج سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں جہاں بھارتیہ جنتا پارٹی کو گزشتہ انتخابات کے مقابلے بھی تقریباً 50 نشستیں کم حاصل ہوئیں، جبکہ نچلی ذاتوں کی نمائندہ جماعتوں کی حمایت اور مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے۔ 403 میں سے 401 نشستوں کے انتخابی نتائج کے مطابق ملائم سنگھ یادیو کی سماج وادی پارٹی سب سے بڑی جماعت بن کر ابھری ہے جسے 159 نشستیں حاصل ہوئیں۔ سماج وادی پارٹی کے علاوہ نچلی ذاتوں کی نمائندہ دوسری بڑی جماعت بہوجن سماج پارٹی کو 98 نشستیں ملیں جبکہ بی جے پی کو 107 اور کانگرس کو 26 نشستوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ منی پور کی کل 60 نشستوں میں سے 20 کے نتائج کے مطابق کانگرس کو 8 اور بی جے پی کو 2 نشستیں حاصل ہوئیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ پنجاب اور اتر آنچل کی طرح یہاں بھی کانگرس کو برتری حاصل ہو جائے گی۔

بھارتی انتخابات پر بی بی سی کا تبصرہ بی بی سی نے اپنے تبصرہ میں کہا ہے کہ بی جے پی کا زوال شروع ہو گیا ہے۔ اسے عروج نہیں ملے گا۔ دہلی سے لکھنو تک بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیڈروں نے چپ سادھ لی ہے ان کے چہرے اداس ہو گئے ہیں 26 میں سے صرف دو ریاستوں میں حکومت رہ گئی ہے اب واجپائی حکومت کو خطرات کا سامنا ہے۔

پاکستان کشمیر بھول جائے بھارتی وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے کہا ہے کہ پاکستان اپنی نظر کشمیر پر نہ رکھے اور فوری مذاکرات کا امکان نہیں ہے۔ کشمیر میں دہشت گردی کا جڑ سے خاتمہ کر دیں گے۔

اسامہ زندہ ہے برطانوی اخبار ڈیلی ٹیلی گراف کی رپورٹ کے مطابق سینکڑوں امریکی اور برطانوی فوجی مقبوضہ کشمیر میں اسامہ بن لادن کی تلاش میں داخل ہو گئے ہیں۔ 102 فوجی سوپور پہنچے ہیں۔ جہاں بھارتی فوج کو کشمیریوں کی زبردست مزاحمت کا سامنا ہے۔ ڈیلی ٹیلی گراف کی رپورٹ کے مطابق اسامہ زندہ ہے۔ لیکن نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق اسامہ زندہ تو ہے مگر وہ جنوبی افغانستان میں ہے یا پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں کہیں روپوش ہے۔ بھارت نے اسامہ کی تلاش کے لئے غیر ملکی کمانڈوز کی آمد کی تردید کی ہے۔

ایران عراق کوریا حقیقی خطرہ ہیں امریکی وزیر دفاع رمزفیلڈ نے کہا ہے کہ برائی کا محور کہیں یا کچھ اور ہو لیکن ایران عراق کوریا حقیقی خطرہ ہیں۔ تینوں ممالک تباہی پھیلانے والے ہتھیار بنانے میں مصروف ہیں۔ کیوبا جانے والے القاعدہ اور طالبان قیدیوں کو تفتیش کے بعد مقدمہ چلانے کے لئے متعلقہ ملکوں کے حوالے کر دیں گے۔ اسامہ کی مقبوضہ کشمیر میں موجودگی کے کوئی شواہد نہیں ملے۔

ایران کی طرف سے افغانستان کے لئے امداد ایران کے صدر خاتمی اور افغانستان کی عبوری انتظامیہ کے حکمران حامد کرزئی نے دوطرفہ تعلقات کو فروغ دینے اور افغانستان کی تعمیر نو کے لئے مل کر کام کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ تہران میں ملاقات کے بعد مشترکہ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ایرانی صدر نے افغانستان کی تعمیر نو کے لئے 50 کروڑ ڈالر امداد دینے کا اعلان کیا۔ حامد کرزئی نے کہا کہ ایران نہ صرف افغانستان کا ہمسایہ ملک ہے بلکہ ایک اچھا دوست بھی ہے۔ امید ہے اختلافات کے باوجود تعمیر نو میں ایران ہماری مدد جاری رکھے گا۔

چھ ہزار زبانیں بی بی سی نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ دنیا بھر میں اس وقت چھ ہزار سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں۔ مگر مادری زبان کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

افغانستان میں جرمن فوجیں جرمنی کے وزیر دفاع نے اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ القاعدہ اور طالبان کے ارکان کی تلاش کے لئے جرمن فوجیں امریکیوں سے مل کر افغانستان میں کام کر رہی ہیں۔

اچھوت پارٹی کی اہمیت بھارتی صوبوں میں الیکشن کے بعد اقتدار کے لئے اصلی جنگ یوپی میں شروع ہو گی۔ جہاں کسی پارٹی کو بھی حکومت بنانے کے لئے مطلوبہ اکثریت حاصل نہیں۔ یہاں سخت ہارس ٹریڈنگ کا خطرہ ہے۔ اچھوت پارٹی اہمیت حاصل کر گئی ہے۔ کسی پارٹی نے ابھی تک اپنی حکمت عملی کا اعلان نہیں کیا۔

شہزادہ عبداللہ کو بیت المقدس کی دعوت

اسرائیلی صدر نے سعودی ولی عہد شہزادہ عبداللہ کو پیشکش کی ہے کہ وہ انہیں سعودی عرب بلا لیں یا خود بیت المقدس کا دورہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر انہیں سعودی عرب بلایا گیا تو وہ امن کے حوالے سے شاہ فہد سے مذاکرات کریں گے۔

خبریں

ربوہ میں طلوع وغروب

☆ بدھ 27 فروری غروب آفتاب: 6-07
☆ جمعرات 28 فروری طلوع فجر: 5-14
☆ جمعرات 28 فروری طلوع آفتاب: 6-35

ڈینئل پرل قتل کیس امریکی صحافی ڈینئل پرل کے اغوا اور قتل کے الزام میں قائم مقدمے میں عمر شیخ سمیت چار ملزمان گرفتار ہیں جنہیں 12 مارچ تک ریمانڈ پر پولیس کی تحویل میں دیا جا چکا ہے جبکہ اس مقدمے میں اب تک 7 ملزمان مفرور ہیں۔

احتساب جاری رہے گا گورنر پنجاب نے کہا ہے کہ بلا امتیاز احتساب جاری رکھا جائے گا' کوئی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہے جو مجرم ثابت ہوا ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔

ورلڈ کپ ہاکی میں پاکستان نے پہلے دو میچ جیت لئے ملائیشیا کے دارالحکومت کوالالمپور میں کھیلے جانے والے دسویں ورلڈ کپ ہاکی ٹورنامنٹ میں پاکستان نے جنوبی افریقہ اور بیلجئم کے خلاف اپنے پول اے کے دونوں میچ جیت کر اپنی مہم کا آغاز کیا ہے۔ پہلے دو لیگ میچوں میں پاکستان کی یہ کامیابی خوش آئند ہے۔

دینی وجہادی جماعتوں کے 23 رسالے بند کرنے کا حکم وفاقی وزارت داخلہ نے مذہبی وجہادی تنظیموں کے زیر اہتمام چلنے والے جرائد ورسائل کو سیکشن B-11 برائے انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت بند کرنے کے لئے چاروں صوبوں کے ہوم سیکٹروں کو ہدایت نامہ جاری کر دیا ہے۔

کانسٹیبل نے 7 افراد قتل کر کے خودکشی کر لی داود میں واقع سٹیشن روڈ پر ایک پولیس کانسٹیبل نے اچانک فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں 12 سالہ بچے سمیت 7 راہ گیر ہلاک اور 9 زخمی ہو گئے۔ بعد میں اس نے خود کو گولی مار کر خودکشی کر لی۔

بجلی کی قیمت میں اضافہ ہائی کورٹ نے روک دیا لاہور ہائی کورٹ نے ایک عبوری حکم کے ذریعہ واپڈا کو اگست 2001ء سے بجلی کے نرخ بڑھانے سے روک دیا ہے۔ واضح رہے کہ واپڈا 9 دسمبر 2001ء کو ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے اگست 2001ء سے بجلی کی قیمتوں میں اضافہ کر رہا تھا۔ معزز عدالت نے قرار دیا ہے کہ بادی النظر میں قیمتوں میں اضافہ کے نوٹیفکیشن کا ماضی (گزشتہ اگست) سے اطلاق نہیں ہوسکتا۔

سیاسی سرگرمیوں کا آج سے آغاز عیدالاضحیہ گزرنے کے بعد آج سے سیاسی جماعتوں کی سرگرمیوں کا بھرپور آغاز ہو رہا ہے۔ ان سرگرمیوں میں جی ڈی اے کا سربراہی اجلاس' اے آر ڈی اور متحدہ مجلس عمل کے اجلاسات قابل ذکر ہیں۔

کوالٹی ایجوکیشن کے لئے ربوہ میں منفرد ادارہ MACLS

دنیائے کمپیوٹر میں سرٹیفکیٹ اور شارٹ کورسز تعلیم یافتہ اور تجربہ کار اساتذہ کی زیر نگرانی اور مکمل لیب کی سہولیات کے ساتھ کروائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انگریزی فرنچ اور جرمن زبانوں میں بھی آڈیو وڈیو لیب کی مدد سے نئے کورسز کا اجراء کیا جا رہا ہے۔

20 فروری سے داخلے شروع ہیں

مارچ کے پہلے ہفتہ میں کلاسز کا اجراء

ماڈرن اکیڈمی آف کمپیوٹر اینڈ لینگویج سٹڈیز

کالج روڈ احسن مارکیٹ ربوہ ☎04524-212088

Email: macls@ureach.com

شربت صدر

نزلہ زکام اور کھانسی کے لئے

تیار کردہ: **ناصر دواخانہ** رجسٹرڈ گولبازار ربوہ

☎04524-212434 Fax:213966

خوشخبری

اپریشن تھیٹر کا آغاز: ڈلیوری بڑے اپریشن سے ہرنیا' اپنڈکس' پراسٹیٹ' پتے کی پتھری۔ ایمرجنسی اپریشن۔ غرض ہر قسم کے اپریشن کئے جائینگے۔ انشاء اللہ

فیصل آباد سے سرجیکل سپیشلسٹ کی آمد

ہر اتوار صبح 9 بجے تا 12 بجے

میڈیکل سپیشلسٹ اینڈ کارڈیالوجسٹ کی آمد

ہر اتوار اور بدھ بعد نماز عصر مریضوں کا معائنہ کیا کرینگے

استقبالیہ سے پرچی بنوائیں

مریم میڈیکل سنٹر

یادگار چوک ربوہ فون 213944

روزنامہ الفضل رجسٹرڈ نمبر سی پی ایل-61